رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ - - - - ے
ششماہی - - - - ہے

ہفتہ وار
مملکت
ایڈیٹر: میر حسن الدین

قیمت فی پرچہ (۲/)

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ - - - - ے
ششماہی - - - - ہے

جلد (۹) | یکم اسفندار ۱۳۵۹ف | ۱۱ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ روز یکشنبہ | یکم جنوری سنہ ۱۹۵۰ء | نمبر (۳۸)

مسئلہ کشمیر کو جلد از جلد حل کرلو

لندن "ٹائمز" کا مشورہ

لندن ٹائمز نے مسئلہ کشمیر کے بارے میں ۱۲ دسمبر کی اشاعت میں ایک اداریہ سپرد قلم کیا ہے۔ ٹائمز کہتا ہے کہ اس وقت اتحادی قوموں کی کمیاتی کوشش ان مسائل کا حل تلاش کرنے میں مصروف ہے جن کا ذکر کشمیر کمیشن نے اپنی تیسری عارضی رپورٹ میں کیا ہے اور صدر صیانتی کونسل جنرل میکناٹن دونوں فریقوں سے غیر رسمی بات چیت میں مصروف ہیں۔ کشمیر کمیشن کی رپورٹ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب مسئلہ کشمیر ناقابل مصالحت بن گیا ہے کیونکہ ایک طرف تو ہندوستان کا یہ دعویٰ ہے کہ کشمیر قانونی طور پر ہندوستان میں شامل ہے اور پاکستان نے بلا وجہ اس پر چڑھائی کی ہے۔ اس لئے اس نے اس مسئلہ کو اقوام متحدہ سے رجوع کیا ہے اور دوسری طرف پاکستان کا یہ دعویٰ ہے کہ چونکہ مسلمانان کشمیر پر ڈوگروں اور سکھوں نے بے پناہ مظالم ڈھانے شروع کر دیئے تھے اس لئے سرحدی قبائل کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا اور انہوں نے کشمیر پر حملہ کر دیا۔ "ٹائمز" آگے چل کر لکھتا ہے کہ کشمیر کمیشن کو ابھی تک صرف جنگ بند کرانے میں کامیابی ہوئی لیکن جب فوجیں ہٹانے کا سوال درپیش ہوا تو دونوں ملکوں میں پھر اختلافات رونما ہو گئے اس سلسلہ میں ہندوستان کا نظریہ ہے کہ اگر وہ کشمیر سے فوجیں ہٹالے تو ڈر ہے کہ آزاد کشمیر اور پاکستان کی فوجیں شیخ عبداللہ کی حکومت پر حملہ کر دیں گی۔ ادھر پاکستان کا کہنا ہے کہ اگر وہ کشمیر سے اپنی فوجیں ہٹائے تو ہندوستان اور ریاستی فوجیں سردار ابراہیم پر حملہ کر دیں گی۔ ان حالات کے پیش نظر مسئلہ کشمیر ناقابل حل معلوم ہوتا ہے لیکن ان دونوں ملکوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت ایشیا اور چین میں جو حالات رونما ہو رہے ہیں ان سے ہندوستان اور پاکستان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آخر میں "ٹائمز" نے دونوں ملکوں کو خبردار کیا ہے مسئلہ کشمیر کو جلد از جلد حل کر لیا جائے کیونکہ سنکیانگ پر کمیونسٹوں کے قبضے سے اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ چینی کمیونسٹ ہندوستان اور پاکستان میں مختلف حیثیتوں سے داخل ہونا شروع کر دیں گے فی الحال چینی باشندے گلگت اور لداخ کے راستے ہندوستان اور پاکستان میں داخل ہو رہے ہیں وہ اپنے آپ کو قوم پرست بتلا رہے ہیں لیکن یہ کون بتا سکتا ہے کہ ان قوم پرستوں کے بھیس میں کتنے کمیونسٹ ہندوستان اور پاکستان میں داخل ہو چکے ہوں گے۔

انجمن ترقی اردو

انجمن ترقی اردو کی تائید و حمایت میں متعدد اردو معاصرین نے نوٹ دئے لیکن ان میں سے اکثر ناواقفیت یا غلط معلومات پر مبنی ہیں۔ انجمن ترقی اردو خدمت زبان و ادب کا ایک قدیم ترین ادارہ ہے ایجوکیشنل کانفرنس ایک شعبہ کی حیثیت رکھتی تھی پھر علیحدہ اور مستقل حیثیت اختیار کر لی۔ اس کے پہلے معتمد مولانا شبلی نعمانی تھے۔ پھر کچھ روز نظامت مولوی عزیز مرزا دہلوی کے ہاتھ میں رہی ۱۹۱۲ء میں جب مولوی عبدالحق صاحب معتمد قرار پائے اس وقت سے کہنا چاہئے کہ ادارہ میں نئے سرے سے جان پڑ گئی۔ علمی عملی ہر حیثیت سے خاطر خواہ ترقیاں ان کے عہد میں ہوئیں۔ مولوی صاحب ابھی کل تک اس عہدے پر تھے۔ ستمبر ۱۹۴۷ء میں دلی میں مسلمانوں کی جانب انتساب رکھنے والی ہر چیز پر جو برق گری اس سے انجمن کا دفتر کتب خانہ وغیرہ بھی محفوظ نہ رہا۔ جب طبیہ کالج اور جامعہ ملیہ تک لٹنے سے بچ سکے تو انجمن غریب کی کیا بساط تھی۔ مولوی صاحب موصوف اب بھی دلی چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے اور صدر انجمن ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو انہیں نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ ان کے پاس پرمٹ بھی ایسا تھا کہ جب اور جتنے دن چاہیں ہندوستان اور پاکستان میں یکساں رہ سکتے تھے۔ چند ذمہ دار ہستیوں نے دلی میں ان کے قیام کو غیر محفوظ بتایا اور آخر کار اپنے دائرہ عمل کو پاکستان تک محدود رکھنے پر مجبور ہوگئے لیکن چلتے چلاتے وہ انجمن کا سارا کاروبار تین آدمیوں کی مختصر سی مجلس کے سپرد کر گئے کہ آیندہ سے وہ جب جس طرح چاہیں آل انڈیا انجمن ترقی اردو کی نگرانی کریں جو ایک ڈاکٹر ذاکر حسین دوسرے عبدالستار صدیقی اور تیسرے یہ خاکسار۔ ذاکر صاحب نے آخر اپریل ۱۹۴۹ء میں علیحدگی

(باقی بر صفحہ ۸)

مملکت

یکم اسفندار ۱۳۵۹ف

شذرات

ایک معمہ

یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ حکومت حیدرآباد یا ہندوستان کی ریاستی وزارت نے بغیر کسی مطالبہ یا درخواست کے مسلمانان دکن کے لئے حیدرآباد کی مجلس دستور ساز میں نشستیں کیوں محفوظ کیں۔ ایک جانب تو ایک غیر مذہبی جمہوری مملکت کے قیام اور متحدہ قومیت کے استحکام کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے اور دوسری جانب مسلمانوں کے لئے عام انتخابات میں نشستیں محفوظ کی جاتی ہیں۔ یہ ایک عجیب تضاد اور معمہ ہے جو عوام کی سمجھ سے باہر ہے۔ اگر حکومت ہند یا حکومت حیدرآباد کو یہ اندیشہ لاحق تھا کہ اگر نشستوں کا تحفظ نہ کیا جائے تو ساری ریاست سے (۲۶) مسلمان بھی منتخب نہ ہو سکیں گے اور ایسی صورت میں مسلمانوں کو ناکافی نمائندگی کی شکایت ہوگی تو ہم ہر دو حکومتوں کو یقین دلاتے ہیں کہ مسلمان ناکافی نمائندگی کی ہرگز شکایت نہیں کریں گے۔ حکومت ہند یا کانگریس کے سیاسی نظریات کے اعتبار سے متحدہ قومیت کے تحت ہندو حضرات بھی مسلمانوں کی ویسی ہی نمائندگی کر سکتے ہیں جیسی کہ خود مسلمان نمائندے کرتے۔ اگر (۲۶) مسلمان منتخب نہ ہو سکتے ہوں نہ سہی (۲۶) ہندو یا عیسائی یا پارسی یا نمائندگان اقوام درج فہرست مسلمانوں کی نمائندگی کر سکتے تھے۔ یہ کیا ضرور ہے کہ مسلمانوں کی نمائندگی ایسے ہی اشخاص کریں جن کے نام مسلمانوں کے سے ہوں۔ بہرحال نشستوں کا یہ تحفظ ہمیں پسند نہیں آیا اور نہ عام مسلمانوں نے اس تحفظ سے کوئی اچھا اثر لیا۔ دراصل اکثریتی فرقہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں ایسے (۲۶) اشخاص کو منتخب کریں جن کے نام مسلمانوں کے سے ہوں۔ یہ ایک قسم کا تشدد ہے جو گاندھی جی کے مسلک اور جمہوری اصولوں کے خلاف ہے۔

اگر حکومت سے کچھ عرض معروض کرنے کی ہمت مسلمانوں میں ہوتی تو ہم مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتے کہ وہ حکومت سے یہ عرض کریں کہ ہم ہندو بھائیوں پر اس قسم کے جبر کے لئے واسطہ یا آلۂ کار بننا نہیں چاہتے لیکن موجودہ حالات کے تحت مسلمان شاید یہی بات بھی کہتے ہوئے ڈرتے ہیں اس لئے ہم ان کی جانب سے اور اس قرار پر کہ ہم ان کی صحیح ترجمانی کر رہے ہیں حکومت کو تو نہیں البتہ حیدرآباد سٹیٹ کانگریس، ہندو مہا سبھا، آریہ پرتی ندھی سبھا، سوشلسٹ پارٹی، انجمن اقوام درج فہرست، حیدرآباد … سنگھ، حیدرآباد ٹریڈ یونین کانگریس وغیرہ کو یقین دلاتے ہیں کہ نشستوں کا یہ تحفظ مسلمانوں کی خواہش یا درخواست پر یا ان کے مفاد کی خاطر نہیں کیا گیا ہے۔ پھر بھی اگر حیدرآباد کے سیاسی ادارے اس عمل سے برہم ہیں تو ان کی برہمی کا رخ مسلمانوں کی طرف نہ پھرے تو ہم ان کا احسان مانیں گے۔ یہ عمل بالکلیہ حکومت کا ہے جس کے ذمہ دار کم از کم مسلمان نہیں ہیں اور کسی طرح مسلمان اس غلطی کے ذمہ دار قرار نہیں دئے جا سکتے۔

ہماری متلاشی نگاہیں

حیدرآباد کی میزبانی قبول کر کے گزشتہ ہفتے ہندوستان کی دو ممتاز اور محترم شخصیتوں نے حیدرآباد کو پہلی مرتبہ اپنی آمد سے حیدرآباد کو فخر و مسرت کا موقع دیا۔ یہ دو ممتاز ہستیاں شری راج گوپال آچاری اور شری جے پرکاش نارائن کی تھیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گورنر جنرل ہند کی تقاریر اور حضور نظام کے ساتھ ان کے دوستانہ برتاؤ سے بعض ہندو بھائیوں کو دکھ بھی پہنچا اور مایوسی بھی ہوئی کیونکہ … گورنر جنرل نے یہ اعلان نہیں فرمایا کہ حضور نظام کو بہت جلد ختم کر دیا جائے گا اور نہ یہ اعلان فرمایا کہ حیدرآباد کو متصلہ علاقوں میں ضم کر دیا جائے گا۔ مسلمانوں کے لئے گورنر جنرل کی تقاریر میں تسلی کا کوئی سامان نہ تھا کیونکہ مسلمان جن اعلانات کے متلاشی ہیں وہ ان کی تقاریر میں موجود نہ تھے۔ مسلمان صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کے ذرائع معیشت سے انہیں محروم نہ کیا جائے ان کے مذہب میں مداخلت نہ کی جائے ان کی ثقافت کو مجروح نہ کیا جائے اور پولیس ایکشن کے بعد ان کی زمینات مکانات عبادت گاہیں درگاہیں اور دوکانات جو ان سے چھین لی گئی ہیں بجنسہ واپس کر دی جائیں بعض بے گناہ جو غلط اور متعصبانہ رپورٹوں کی بنا پر جیل میں بند پڑے ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے۔ جب ہی جائیدادیں جو افسر جائیداد تخلیہ کنندگان نے بلا وجہ ضبط کر لی ہیں انہیں بحال کر دیا جائے اور قانون کے تحت انہیں آزاد اور پر امن زندگی بسر کرنے کا موقع دیا جائے۔ یہ اعلانات نہ تو گورنر جنرل ہند کی تقریروں میں ہمیں ملے اور نہ شری جے پرکاش نارائن کی تقریروں میں۔ گورنر جنرل ہند کی تقریروں میں اس قسم کا اعلان نہ ہونا [illegible] ہے کیونکہ گورنر جنرل اپنی حکومت کا ترجمان اور نمائندہ ہوتا ہے لیکن شری جے پرکاش نارائن نے بھی جو آئندہ حکومت بنانا چاہتے ہیں مسلمانوں سے نہیں کہا کہ سوشلسٹ پارٹی بے گناہ مسلمانوں کو رہا کرے گی یا کرائے گی ان کی جائیدادیں ان کو واپس کرے گی اور جو لوگ محض مسلمان ہونے کی علت میں تحقیقات یا برطرفی کا شکار ہوئے ہیں انہیں روزگار سے لگایا جائے گا۔ جو مسلمان غریب … کی تعداد … ہو گئی ہے انہیں بھیک یا چندوں پر زندگی گزارنے کی نوبت نہیں آنے دی جائے گی بلکہ حکومت ان کو کام پر لگائے گی یا عزت کے ساتھ جوار کی … ان کے لئے مہیا کرے گی۔ ان مسلمان بچوں کے لئے بھی جو پولیس ایکشن کے بعد یتیم ہو گئے ہیں … کوئی … نہیں ملا … کپڑے اور تعلیم کا انتظام کیا جائے گا۔ … مسلمانوں کو پیشوں کی تعلیم دلائی جائے گی اور ان کی جان و مال عزت اور ان کی عورتوں کی عصمت محفوظ رہے گی وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ اس قسم کے اعلانات کے لئے مسلمانوں کی نگاہیں متلاشی رہتی ہیں۔ شری راج گوپال آچاری تو اپنے عہدہ کی وجہ سے مجبور تھے وہ کوئی بھی … کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے تھے لیکن حیرت ہے کہ شری جے پرکاش نارائن نے جہاں مسلمانوں کو سوشلسٹ پارٹی میں شرکت کی دعوت دے رہے تھے یہ بھی نہ کہہ سکے کہ سوشلسٹ پارٹی مسلمانوں کے جائز مطالبات کی تائید کرے گی اور ان کے جائز حقوق کی حفاظت کرے گی۔ … میدان میں تقریر کرتے ہوئے شری جے پرکاش نارائن نے کہا کہ

کانگریس میں غریب ہندوؤں کے لئے جگہ نہیں تو غریب مسلمانوں کے لئے کیا جگہ ہو سکتی ہے، اور مسلمان ہندوؤں سے کہیں زیادہ غریب ہیں۔ اس لئے انہیں سوشلسٹ پارٹی میں شریک ہو جانا چاہیئے۔

ورنگل میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے جے پرکاش نارائن نے کہا کہ:- مسلمانوں کے دلوں میں خوف ہے، وشبہ ہے اور یہ خوف کانگریس کے لوگ پیدا کرتے ہیں۔ آپ کو نڈر بننا چاہیئے۔ آج آپ کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ کونسا راستہ اختیار کیا جائے۔ ہمارے پاس ہندو مسلم کا فرق نہیں۔

ان ساری تقریروں میں یہ نہیں بتایا گیا کہ مسلمانوں کے موجودہ مسائل کو حل کرنے کے لئے سوشلسٹ پارٹی کے پاس کیا پروگرام ہے اور وہ کیا عملی اقدام کرنا چاہتی ہے۔ سوشلسٹ پارٹی کا یہ مطالبہ کہ حیدرآباد کو [illegible] ختم کر دیا جائے اپنی جگہ درست ہے لیکن ایسے انضمام سے پیدا ہونے والے [illegible] مسئلہ کا [illegible] کوئی حل نہیں بتایا۔ ہمارا اشارہ اس بے روزگاری کی طرف ہے جو انضمام کے بعد مسلمانوں میں بڑھ جائے گی۔ اس کے متعلق اگرچہ [illegible] تسلی بخش حل بتائے تو شاید پریشان حال مسلمان ان کی [illegible] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آئے یا کوئی جائے مسلمانوں کو [illegible] اپنے شخصی کردار کے ذریعہ بنانی پڑے گی۔ مسلمانوں کو پیشوں اور فنون کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ محنت اور دیانت داری کے ساتھ اگر وہ کام کریں اور حکومت وقت کی اعانت کریں تو شاید ان کی حالت کچھ سنبھل سکے۔

حکومت کو چالیس لاکھ پلے اناج کی ضرورت ہے

مسٹر مادھو راؤ انوری کی تقریر۔ مسٹر مادھو راؤ انوری نے جدید لیوی سسٹم پر دکن ریڈیو حیدرآباد سے ۲۲ دسمبر [illegible] کو جو تقریر نشر فرمائی تھی اس کے بعض اقتباسات ذیل میں دئے جاتے ہیں۔

حیدرآباد میں نئے لیوی سسٹم پر مختلف گوشوں سے تنقید ہو رہی ہے اور اخبارات نے اس کو ایک اختلافی موضوع بنا لیا ہے۔ مختلف قسم کے مفادات رکھنے والے لوگوں سے یوں کو اس سے لگاؤ ہے۔ مشورہ کرنے کے بعد اس طریقے کو رواج دیا گیا اس کو اس لئے شائع کیا گیا کہ چور بازاری [illegible] جائے اور چھوٹے کاشتکاروں کو فائدہ [illegible]

یہ عام طور پر پوچھا جاتا ہے کہ یہ مقصد کس طرح حاصل ہو سکتا ہے جب نظم و نسق کی مشنری اس نئے طریقے کو ایمانداری اور صلاحیت کے ساتھ چلانے کے قابل نہیں ہے۔ لیکن یہ کوئی معقول حجت نہیں ہے۔ ہم سب کو چاہیئے کہ ہم ایسے ذرائع اور طریقے معلوم کریں جن کی مدد سے یہ مشنری کے بالادست عہدہ داروں کے احکامات کی بہتر طور پر تعمیل کر سکے۔ محض اس وجہ سے خود سسٹم کو برا بھلا نہ کہنا چاہیئے۔ یہ طریقہ چھوٹے کاشتکاروں کے لئے ایک آسرا ہے جس کے ذریعہ ان کی اقل ترین ضروریات جن میں مزدوری اور تخم کے اخراجات بھی شامل ہیں، کی تکمیل کی جاتی ہے۔

ایک دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مختلف اضلاع کے لئے کوٹا مقرر کرتے وقت زمین کی نوعیت کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔ اس اعتراض کی حد تک اب اصلاح کر دی گئی ہے۔ حکومت نے اس بات کا بھی اعلان کیا ہے کہ جن مقامات کی فصلیں خراب ہو گئی ہیں ان مقامات کو کافی مراعات دی جائیں گی۔ علاوہ ازیں حکومت نے یہ بھی طے کیا ہے کہ زمین کا ایک چوتھائی حصہ ربیع کے واسطے اور نصف حصہ خریف کے لئے تجارتی فصلوں کی خاطر چھوڑ دیا جائے۔

[illegible] کاشتکاروں [illegible] کو غذائی اجناس فراہم کرنے کی ذمہ داری حکومت نے لی ہے۔ شہری اور دیہی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سرکار کو کم سے کم چالیس لاکھ پلے اناج جمع کرنے ہیں۔ اس مہم کی کامیابی بڑی حد تک عوام کے تعاون، [illegible] پر منحصر ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم غذائی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے [illegible] دست تعاون بڑھائیں۔ اس مسئلے کو [illegible] بالاتر رکھنا چاہیئے [illegible] دینی چاہیئے۔

جہاں میں تعاون کی اپیل کرنے کے ساتھ ساتھ میں حکومت کو بھی یہ رائے دوں گا کہ وہ ہر شخص [illegible] بازاری کے [illegible] ہو جائے۔

کل ہند اقتصادی کانفرنس میں پروفیسر رنگا کی تقریر

[illegible] پروفیسر رنگا نے آج یہاں کل ہند اقتصادی کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے ہندوستان کے ماہرین اقتصادیات سے اپیل کی کہ وہ ضروری اصول کو سمجھیں اور جدید عالمگیر اقتصادی اصول کی روشنی میں اس لائحہ عمل کو ترقی دیں جو عوام اور ممالک ایشیا کے لئے مفید ہو۔

اگر ایشیائی ممالک کو اچھی طرح ترقی کرنا ہو اور اس کی نوزائیدہ جمہوریتوں کو برقرار رکھنا ہو اور اپنی آزاد جمہوریتوں کے ذریعہ عوام کو ترقی کرنے کی امید دلانا ہو [illegible] عوام نے [illegible] اپنے فرائض ادا کرنے میں جلدی کرنا [illegible] انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہندوستان کی جیسی کسی قوم کو اپنی معاشرتی اقتصادیات کو ترقی دینے کے لئے [illegible] مغرب پر [illegible] تبدیل کرنا چاہیئے۔ یقیناً یہ دور اندیشی نہیں ہے کہ بیرونی سرمایہ داروں کے لئے حد سے زیادہ مراعات دی جائیں اور مغربی حکومتوں کو ہماری صنعتوں پر [illegible] قبضہ جمانے کا موقع دیا جائے جس سے وہ غیر محسوس طریقہ پر ہماری اقتصادی زندگی پر چھا جائیں گے اور [illegible] اقتصادی سامراجیت کو ہم پر مسلط ہونے کا موقع مل جائے گا۔ کسی حکومت کو کوئی حکومت سرکاری طور پر قرضے دے بھی تو آئندہ دس سال سے کم مدت میں ایشیائی ممالک اپنی ملکی صنعتوں کو عاجلانہ طور پر ترقی دینے کے قابل نہ بن سکیں گے۔

ہمارے اپنے وسائل کے ذریعہ ہماری اقتصادیات کو ترقی دینے کے لئے ہم کو چاہیئے کہ فصلوں کو دگنا کرنے کا [illegible] منصوبہ بنایا جائے اور [illegible] زرعی [illegible] کی ایسی تنظیم کی جائے کہ ہماری زرعی پیداوار میں دوگنا اضافہ ہو جس کا شتکاروں اور کسانوں کی قابلیتوں کو بلند سطح پر پہنچانا ہوگا اور آبپاشی کے تحت کاشت کی زمینوں کا فیصد بڑھانا ہوگا۔

مزارعین کو نہ صرف ان کی کم سے کم مزدوری کا تعین دلانا ہوگا بلکہ ان کا ایک ایسا معیار زندگی بھی قرار دینا پڑے گا جو موجودہ سطح سے بہت بلند ہو۔

مارشل کے امدادی منصوبہ کا ذکر کرتے ہوئے [illegible] نے کہا کہ یہ منصوبہ مختصر سی مدت میں پس افتادہ ممالک کی ضروریات پوری کرنے کا صرف ایک تسکین بخش ذریعہ ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ ممالک اپنی پیداوار کو انتہائی سطح پر لائیں ایشیائی عوام کے لئے [illegible] ماہرین اقتصادیات کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ ظاہر کریں کہ اس منصوبہ کو ایشیا تک وسعت دینے میں امریکہ کا کیا فائدہ ہے اور اس طرح امریکی جمہوریت کو یقین دلائیں [illegible] ایشیائی جمہوریتوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید:-

حالی سکہ ختم کر دیا جائے گا۔ اس
کی جگہ ہندوستانی کرنسی رائج
ہو جائے گی۔ .... اس
تمام الٹ پلٹ میں حیدرآباد
کے عوام کا معاشی معیار سب
سے زیادہ متاثر ہوگا اور حیدرآباد
کی عوامی زندگی میں بے اطمینانی
اور بے چینی کی کشمکش اور زیادہ
تیز اور شدید ہو جائے گی۔
(پیام)

مقتولین جنگ کی یادگار مناتے ہوئے صدر ٹرومن
نے اپنی تقریر میں کہا کہ:-

دنیا کی آزمائش گاہ میں انسانیت
ختم ہو کر رہ گئی۔ اگر دنیا آمریت
کو ترک کر کے خدا کی طرف رجوع
کرے تو تب ہی دائمی امن
قائم ہوگا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدر
ٹرومن اب خدا کا نام لے کر روس کا مقابلہ کرنا چاہتے
ہیں۔ شاید ایسے ہی موقع کے لئے شاعر نے کہا تھا:-

کٹی ہے رات تو ہنگامہ گستری میں تری
سحر قریب ہے اللہ کا نام لے ساقی

معاصر "شعیب" مشورہ دیتا ہے کہ:-

ہندی کو عوامی زبان بنانا
ہے تو عوام میں گھس کر اور نہیں
اس کی اہمیت جتا کر شادن
پر آمادہ کرنا چاہیئے۔

ہندی کے حامی کہتے ہیں کہ ہندی عوامی زبان ہے
مگر معاصر شعیب کو ابھی اس میں شبہ ہے۔
دوستی کے پردے میں بیگانگی

ناگپور میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر ساورکر نے کہا کہ:-
ملک کے تقسیم شدہ علاقے اکھنڈ بھارت کے جھنڈے تلے

متحد ہو جائیں گے۔ ایسے ملک میں جہاں ہندو کثیر
تعداد میں ہیں فیڈریشن ملکت کا تذکرہ لغو ہے۔
ایک ہندو راشٹر کا قیام قابل فخر کام ہوگا۔
(ایک خبر)

اس راز کو دانا کبھی کھولا نہیں کرتے

چند اخباری سرخیاں:-

آزادی، آخرت، مساوات و انصاف
ہندوستان کے جدید دستور کے چار ستون

گرجا سے ترقی پسند دریافت کر رہے ہیں:-
یہ دستور زبان ہندی پر کیسا ستم کئے ہیں

سمستان ونپرتی میں مسٹر جے پرکاش نارائن نے
تقریر کرتے ہوئے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ:-

حکومت حیدرآباد سمستان کے
انتظامات اپنے ہاتھ میں لینے
کے بعد دس اسکولوں کو بند
کر دیا اور آبپاشی کی اسکیموں
کو ادھورا چھوڑ دیا۔ اگر سمستان
راجہ صاحب کے ہاتھ میں ہوتا تو
وہ ان اسکیموں کو مکمل کر دیتے۔

کیا جے پرکاش نارائن یہ
چاہتے ہیں کہ ریاستوں کو ختم کر کے سمستانوں کو باقی رکھا
جائے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اکثریت ہندوستان میں
کیا صورت اختیار کرتی ہے۔ معاصر "ڈیلی نیوز" نے
راجہ صاحب ونپرتی کو "اشتراکی شہزادے" کا خطاب
دیا ہے۔ اس کے مضمرات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہے ہیں۔

ایک صحافتی کانفرنس میں مسٹر جے پرکاش نارائن
نے فرمایا کہ:-

حیدرآباد کی مجلس دستور ساز کو
مجلس مقننہ میں تبدیل کیا جانا
چاہیئے اور مجلس میں جن کی
اکثریت ہو انہیں اقتدار سونپا
جائے۔

مسٹر جے پرکاش نارائن بہر تقریر
میں کہتے رہے ہیں کہ حکومت غریبوں کی ہونی چاہیئے۔ کیا
مجلس دستور ساز میں اکثریت غریبوں کی ہوگی؟ اس کا
جواب سوشلسٹ پارٹی کے رکن مسٹر بدری وشال فرزند راجہ
پنالال پتی دے سکتے ہیں۔

پنڈت راماچاری کے مکان پر مولوی ابوالحسن
سید علی نے مسٹر جے پرکاش نارائن سے دریافت کیا:-
آپ کانگریس میں رہ کر ملک کی
خدمت کیوں نہیں کرتے؟

شاید مسٹر جے پرکاش کو خبر
نہیں کہ چند روز قبل مولوی صاحب نے اڑان نیوز کے
نمائندے سے کہا تھا کہ مسلمان سوشلسٹ پارٹی میں بھی
شریک ہو سکتے ہیں۔ معلوم نہیں مولوی صاحب کو کیا ہو گیا؟
آج کل اس قدر لچکدار کیوں ہو رہے ہیں۔

روس والو محنت کرو ورنہ بھیک مانگیں۔
(اخباری سرخی)

اگر لیڈروں کی طرح بلا محنت
چندوں پر زندگی بسر کریں تو کیا مضائقہ ہے!

حیدرآباد کے مستند رائے دہندوں کی صحیح اور درست
بخش رہنمائی کے لئے حیدرآباد ووٹرس اسوسی ایشن قائم
ہوئی ہے جس کا عملی پروگرام مرتب کرنے کے لئے ایک جلسہ
منعقد ہونے والا ہے۔ داعیان میں مسٹر مرتضیٰ مجتہدی اور
ڈاکٹر خواجہ قابل ذکر ہیں۔ (ایک خبر)

ایک مشغلہ دلچسپ ہے بیکاروں کا

معاصر "شعیب" تحریر کرتا ہے کہ:-

روس میں کسی شخص کی ذاتی
زندگی کو قومی اور عوامی معاملہ
تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس لئے
روسی پریس اپنے رہنماؤں کے
نجی معاملات کی تشہیر سے محترز
رہتا ہے اور اسٹالن کے ساتھ
بھی یہی رویہ برتا جاتا ہے۔

مگر اسٹالن کی سالگرہ ضرور
منایا جاتا ہے۔

باطنی زندگی کی اصلاح

از

محمد سرور

چند مہینے ہوئے اسلامی تہذیب پر بحث کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا۔

"اسلامی تہذیب کے دور اول میں خلافت راشدہ کا نظام حکومت ملت کی خارجی اور باطنی زندگی کی ہم آہنگی کا ایک کامل نمونہ تھا۔ اس کے بعد جو دور آیا۔ اس میں مسلمان حکمرانوں اور ان کے علماء نے مل کر اس ہم آہنگی کو جہاں تک کہ ان کی بساط تھی اور جس حد تک حالات نے اجازت دی نبھایا۔ ان کے بعد جب تیسرا دور آیا۔ اور فتنہ و فساد بہت زیادہ بڑھ گیا، تو اسلامی تہذیب کے تحفظ کا فرض سب سے زیادہ صوفیاء نے، ان کے بعد علماء نے، اور آخر میں مسلمان حکمرانوں نے سر انجام دیا۔ دوسرے اسلامی ملکوں کے بارے میں ہم نہیں کہتے۔ لیکن جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے یہاں تو اسلامی تہذیب کی نمائندگی یہی عناصر کرتے رہے ہیں۔ اور اسی ترتیب کے ساتھ کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ علماء سلطنت کے قانون کے محافظ ہوتے، بادشاہ امن و امان قائم کرتے، اور صوفیاء اسلامی تہذیب جن روحانی بنیادوں پر قائم تھی ان سے ہر خاص و عام کو متعارف کراتے اور اسی وجہ سے عوام بھی انہیں کو زیادہ مانتے۔ اور امراء اور بادشاہ بھی ان کی نصیحتوں پر کان دھرتے۔ التمش اور خواجہ بختیار کاکی، علاؤ الدین اور خواجہ نظام الدین اولیاء، محمد تغلق اور خواجہ چراغ دہلی اور پھر خواجہ باقی باللہ، اکبری دربار کے منتشر امراء، اور ان کے بعد حضرت مجدد الف ثانی اور جہانگیر اور پھر سلطنت، الغرض ہندوستان میں ایک عرصہ تک سلطنت اور تصوف میں جو تعلق رہا ہے اور مسلمان فاتحوں کی فوج کے پیچھے جس طرح صوفیائے کرام غیر اسلامی علاقوں میں پہنچے، ان واقعات کو دیکھتے ہوئے کون شخص ہے جس کو اس حقیقت کے اعتراف کرنے میں تامل ہو گا کہ اسلامی تاریخ کے آخری ادوار میں صوفیاء ہی نے اسلامی تہذیب کی سب سے زیادہ خدمت کی ہے۔ بہر حال یہ تو سب گذشتہ ہوئی کھوئے ہوؤں کی۔ اب تو ہماری حالت یہ ہے کہ مسلمان سلاطین کا کوئی مرثیہ خواں تک بھی نہیں۔ ہاں علماء کے فضل سے علماء کی آج کمی نہیں۔ لیکن ان میں اکثر عہد حاضر کے تقاضوں سے بے خبر ہیں۔ باقی رہے صوفیاء، تو بعض کی استثناء کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت مجدد کی قوم سے علامہ اقبال کی جو صدا آئی تھی

کہ اہل نظر کشور پنجاب و دیلمت و رہے ہند و پاکستان کو بہ بیگے (؟) سے بیزار ہیں۔ اور اب سلسلہ فقر بند ہو گیا ہے، بالکل ٹھیک تھی۔ بے شک جو کل فقر و تصوف کے لئے تھا، پہ وہ علامہ اقبال کے الفاظ میں رسم خدمت سرکار سے عوج و دستار میں بدل چکا ہے۔ چنانچہ ہمارا تصوف آج صورت پیر پرستی کا مظہر بن گیا ہے۔ اور صوفیاء نے اپنے خدا پرستی اور زہد و ریاضت کی سندوں کو جاہ پرستی اور طلب مال و زر کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ اس لئے واقعہ یہ ہے کہ آج پیری و مریدی کی دعوت دینا مسلمانوں سے دشمنی کرنا ہے"

بے شک ایک زمانہ تھا کہ تصوف ہماری اجتماعی زندگی کا ایک مفید شعبہ تھا۔ اور صوفیائے کرام کا ایک گروہ صحیح معنوں میں اسلامی تہذیب کا محافظ و معاون تھا۔ لیکن اب تو وہ دن ہی بدل گئے، اور زمانے نے بالکل نئی کروٹ لے لی۔

دراصل بادشاہوں کی مطلق العنانی اور جاگیرداروں کی زیادتیوں کی راہ میں صوفی ایک روک کا کام دیتے تھے۔ جب بادشاہ اور جاگیردار نہ رہے تو مشائخ پر صوفی کی جو اس وقت حیثیت ہے، اس کے لئے کوئی وجہ جواز نظر نہیں آتی۔ چنانچہ ان صوفیوں کی دیگر بہت سی علامت جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ صوفیاء اسلامی تہذیب کے بہترین ترجمان تھے لیکن جب ہماری زندگی نئی کروٹ لے رہی ہے اس میں صوفی کا اس شکل میں باقی رہنا قوم کے حق میں بجائے مفید کے سخت خطرناک نظر آتا ہے۔

آج کل نئی زندگی کی عمارت بالکل نئی بنیادوں پر اٹھائی جا رہی ہے۔ اس میں نہ بادشاہ کے لئے جگہ ہے اور نہ جاگیردار کے لئے۔ یہ زندگی کا جمہوری دور ہے اور جمہوری اصولوں پر اب زندگی کی نئی تعمیر ہو گی۔ چنانچہ ایک طرف نمائندہ حکومت کا تصور ہے، جو خود ارادیت کے اصولوں پر قائم ہے اور حاکم و محکوم میں صدیوں سے جو کشمکش چلی آئی ہے اس کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اور دوسری طرف اشتراکیت ہے جو دنیا سے معاشی عدم مساوات کو ہمیشہ کے لئے مٹا دینے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اس کا کہنا ہے کہ اگر معاشی عدم مساوات ختم ہو گئی تو امیر و غریب، اور مالک و مزدور کے جھگڑے بھی ختم ہو جائیں گے۔ سارے انسان یکساں ہوں گے، کوئی دوسرے پر ظلم نہیں کر سکے گا اور سب مل کر رہیں گے۔

بہر حال اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ جمہوری طرز حکومت اور اشتراکی معاشی نظام نئی زندگی کو پوری طرح منظم کرنے میں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے کامیاب ہو گئے۔ تو کیا اس سے زندگی کے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ زندگی کی یہ ساری تنظیم اس کے خارجی یا مادی پہلو کی تنظیم ہو گی۔ بے شک اس خارجی تنظیم کا اثر انسان کی باطنی زندگی پر بھی ضرور پڑے گا لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ نفسیات کے جدید علم نے انسان کے باطن میں ذہن لاشعور کے آتشیں مادوں کا جو انکشاف کیا ہے، زندگی کی یہ خارجی تنظیم ان عقدوں کو بھی حل کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ مانا کہ انسان کی مادی زندگی بڑی اہم ہے لیکن فرائڈ اور اس کے متبعین کی نفسی تحقیقات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ انسان کی باطنی زندگی اس کی مادی زندگی سے کم اہم ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ سیاسی استبداد اور معاشی استحصال کے ہوتے ہوئے دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ لیکن آخر اس کا ثبوت کیا ہے کہ اگر انسانوں کی نفسی الجھنوں کا خاطر خواہ حل نہ ہو، یہی الجھنیں آگے چل کر نئی جنگوں کا باعث نہ بنیں گی۔ یہ ہولناک جنگ، جو ابھی ابھی ختم ہوئی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے بڑی حیرت ہو گی اگر ہم نازیت کے فروغ اور اس کی سفاکی کا ذمہ دار تمام تر سیاسی اور معاشی اسباب کو بنائیں اور ہم ان ذہنی الجھنوں کو بھول جائیں جنہوں نے ہٹلر کو ہٹلر بنایا، اور جن کی وجہ سے ساری کی ساری جرمن قوم ہٹلر کی مافوق گوشت بن گئی۔

ہمارے نزدیک اگر انسانیت نے سیاسی بدنظمی اور معاشی بدحالی کا علاج جمہوریت اور اشتراکیت کے ذریعے کر بھی لیا تو جب تک وہ نفس کی ان شعوری اور لاشعوری قوتوں کو ضبط میں لانے کے لئے کوئی باطنی نظام نہ ڈھونڈے گی اس وقت تک فرد اور جماعت کی زندگی میں وہ طمانیت پیدا نہیں ہو سکتی جس کی ہر شخص کو آج تلاش ہے۔ یورپ کے ماہرین نفسیات نے انسان کی نفسی زندگی کی ان مخفی قوتوں کے انکشاف کے سلسلے میں بڑی تحقیقات کی ہیں۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ بعض مشہور یورپی اہل فکر آج اس ضرورت کو محسوس کر رہے ہیں کہ خارجی زندگی کی تنظیم کے ساتھ ساتھ باطنی زندگی کی اصلاح و تہذیب بھی ضروری ہے۔ تاکہ ان دونوں میں ہم آہنگی ہو سکے۔ اور اس دور میں انسانیت جن روگوں میں مبتلا ہے اس طرح وہ ان سے خلاصی حاصل کر سکے۔

کشمیر کمیشن کی رپورٹ

کشمیر کمیشن نے ۱۵/ دسمبر کو اپنی ایک اور عارضی رپورٹ سلامتی کونسل کے آگے پیش کر دی ہے۔ اس رپورٹ پر سلامتی کونسل میں بحث بھی ہوئی اور ۱۷/ دسمبر کو یہ طے کیا گیا کہ صدر سلامتی کونسل ہندو پاکستان کے درمیان بات چیت کر کے صلح کی کوئی راہ ڈھونڈ نکالیں۔

اس رپورٹ کا جو خلاصہ چھپا ہے۔ اور اس رپورٹ سے اختلاف کرتے ہوئے کمیشن کے ایک رکن چیکوسلواکیہ کے نمائندے نے جو اختلافی رپورٹ پیش کی ہے اس سے کمیشن کی رپورٹ اور اس کے کام پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ دونوں رپورٹوں کے پڑھنے کے بعد صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ کشمیر کے جھگڑے کو مٹانے کے لئے جو کمیشن مقرر ہوا تھا اس نے جھگڑے کو ختم کرنے کے بجائے اور پیچیدہ بنا دیا ہے۔ اور اس نے اپنا طریق کار برطانوی اور امریکی ڈھنگ کے دائرے میں جاری رکھا۔ امن و سلامتی کے لئے قائم ہونے والے ادارے کے نمائندوں کا یہ طرز عمل بہت ہی مایوس کن اور ان شبہات میں جان ڈال دیتا ہے جو اس کے تعلق سے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اس میں واقعیت اور حقیقت آ جاتی ہے۔

کمیشن کی رپورٹ دیکھنے کے بعد یہی کہا جا سکتا ہے کہ کمیشن نے اپنی یہ رپورٹ اپنی ناکامی کے اعتراف کے لئے مرتب کی ہے اور چیک کے نمائندے کے الفاظ میں کمیشن کی مصالحتی کوششیں بالکل [illegible] اور تعمیری طریقہ پر جاری نہیں تھیں۔ اس کی سب سے بڑی غلطی اس نمائندے کے بموجب ہندو پاکستان کی مشترکہ سیاسی کانفرنس کی تنسیخ ہے۔ جو ۲۲/ اگست ۱۹۴۹ء کو دلی میں طلب کی گئی تھی۔

کمیشن نے اپنے جس کام پر زور دیا ہے اور جو خود ستائی [illegible] ایسی کی ہے کہ اس نے یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو جنگ موقوف کرانے کا معاہدہ طے کرایا اور جولائی ۱۹۴۹ء میں جنگ کی موقوفی کی سرحدوں کو مقرر کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے حالانکہ حقیقی طور پر جنگ کی موقوفی کو کسی حال بھی کمیشن کا ایسا قدم نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی ایسا فائدہ ہوا جس سے اس کے حل میں مدد ملتی ہو۔ اس کی وجہ سے فائدہ پہنچنے کی بجائے الٹا نقصان پہنچا۔ نام نہاد آزاد فوج کی تعداد جنگ کی موقوفی کے بعد چیک کے نمائندے کے دیکھے ہوئے اعداد کے مطابق (۳۲) مسلح بٹالین ہو گئی۔ اور فوجی مشیری امداد رائے کے مطابق یہ ایک قابل مطلوب فوج بن گئی ہے۔ اس کی وجہ سے جھگڑے میں جو پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے اس کے لئے کسی تشریح و بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

کشمیر کے جھگڑے کی جو بنیادی باتیں ہیں ان میں ایک نام نہاد آزاد کشمیر کی فوجوں کو بے ہتھیار کرنے اور ان کو ختم کرنے سے متعلق ہے یہی نام نہاد حکومت کی کوئی وجہ جواز ہے اور نہ کوئی قانونی وجود [illegible] حیثیت ہے اس کی فوجوں سے متعلق پاکستان نے اس جھگڑے کو اس کی آڑ میں چھپایا۔ جارہا ہے۔ صاف الفاظ میں یہ بیان کر چکا ہے کہ یہ مقامی فوجیں ہیں۔ اس کے بعد اس کو بے ہتھیار کرنے اور ختم کرنے کے لئے کوئی موثر قدم اٹھائے جانے کی کوئی تجویز نہ پیش کرنا اور تعطل میں اس کو کمیشن کی طرف سے رکاوٹ بنانا ایک دکھ کی بات ہے۔

پاکستان نے ہمیشہ اس کا اعلان کیا تھا کہ کشمیر پر حملہ کرنے والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اس کی فوجیں وہاں نہیں لڑ رہی ہیں مگر جب کشمیر کمیشن نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھ لیا کہ پاکستانی فوجیں لڑ رہی ہی نہیں ہیں بلکہ سرحد اور دوسرے مقامات سے آنے والے حملہ آوروں اور لٹیروں کی قیادت کر رہی ہیں تب پاکستان نے اپنی جھوٹ کو مان لیا۔ اس کا اقرار کر لیا کہ جھگڑے کی بیس کی ذمہ داری اس پر آتی ہے۔ اس اقرار کے بعد نام نہاد آزاد کشمیر کی فوجوں کو ختم کرنے کا سوال بہت آسانی کے ساتھ حل ہو سکتا تھا اگر کمیشن پاکستان پر یہ شرط لگا دیتا کہ یہ حملہ آوروں کو فوجی تربیت نہ دے انھیں گولا بارود وغیرہ فراہم نہ کرے اور ان حملہ آوروں کو اپنی سرحد میں منظم ہونے کی سہولت نہ دے۔ اب بھی سلامتی کونسل اس سمت میں قدم بڑھائے تو یہ گتھی سلجھ سکتی ہے۔

اب جب کہ سلامتی کونسل کے صدر ہندوستان و پاکستان کے درمیان صلح کرانے کی جو بات چیت کر رہے ہیں اس بنیادی سوال کو حل نہ کریں تو اس گفتگو کی کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے جب سلامتی کونسل اس سمت میں قدم بڑھائے گی تو نام نہاد آزاد فوج خود بخود ختم ہو جائے گی۔

گو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کمیشن کشمیر کی بیس میں چنگاری ڈالنے والے کو دیکھتے ہوئے بھی اس کو روکنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا جب تک کمیشن یا اس کی جگہ آنے والا اس حقیقت کو حقیقت مان کر اس کو ختم کرنے کی کوشش نہ کرے اس جھگڑے کے حل کی جگہ عارضی رپورٹوں کا ایک سلسلہ جاری رہے گا۔ کشمیر سے پاکستانی فوجوں کو ہٹا دینے کے سوال کو ہند کی فوجوں کے ہٹائے جانے پر منحصر رکھنا ایک عجیب بات ہے۔ کشمیر ہند میں عارضی اور مشروط طور پر شریک ہو گیا ہے اس حرکت کی وجہ سے ہند پر اہل کشمیر کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری آتی ہے۔ حملہ کرنے والے خود ہٹ جانے کے بجائے اس کے محافظین کو ہٹ جانے کے لئے کہیں یہ کوئی منطقی اور معقول بات نہیں ہے پاکستان اس جھگڑے کو ختم کرنے کا [illegible] خواہش مند ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنی فوجیں ہٹا لے اور وہاں کی جنتا کو کشمیر کا فیصلہ کرنے کا موقع دے کر اپنی نیک نیتی ثابت کرے۔ سلامتی کونسل میں اس جھگڑے کے رہنے کے بعد پاکستان کا فوجوں کو نہ ہٹانا اس کو ثابت کرتا ہے کہ پاکستان کا مقصد کسی نہ کسی بات پر جھگڑے کو رہنا اور اس الجھن سے پاکستان کی جنتا کی توجہ کو اصل مسائل سے ہٹانا ہے۔

کمیشن نے اپنی ناکامی کا اعلان کرتے ہوئے اس جھگڑے کے حل کے لئے ایک ثالث اعظم مقرر کرنے کی سفارش کی ہے اس سفارش کے تعلق سے چیک نمائندے کے الفاظ کافی وزن رکھتے ہیں۔ چیک نمائندہ کہتا ہے اس نے (کمیشن) ثالث سے متعلق غیر متعلق تجویز پیش کر کے اپنے دائرہ اختیار سے تجاوز کیا ہے۔ اس حقیقت کے [illegible] یہ طریقہ کار بھی کس حد تک کامیاب ہو گا نہیں کہا جا سکتا۔ گو قطعی فیصلہ نہیں ہے اور اب جب کہ صدر کونسل ہند و پاکستان کے درمیان گفت و شنید کر کے صلح کے امکانات کو ڈھونڈنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کشمیر کو قبول کرنے کا فیصلہ کشمیر کی جنتا سے اس کے فیصلہ کا حق لینا ہے جواہر لال نہرو کئی بار کہہ چکے ہیں اور ہند نے متعدد مرتبہ اس کا اعلان کیا ہے کہ اس جھگڑے کا حل لڑائی سے نہیں بلکہ اتحادی قوموں کے بیچ بچاؤ کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ اس اعلان کی موجودگی اور کشمیری جنتا سے کئے ہوئے وعدوں کی پیش نظر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کو بھلا دیا جائے گا اور کوئی ناپسندیدہ فیصلہ کشمیریوں پر لاگو کر دیا جائے گا۔

انجمن ترقی اردو

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

ہم دونوں کو جمع کر کے میٹنگ کروائی، اور اس میں نہ صرف ڈاکٹر صدیقی کے مرتب کئے ہوئے مقاصد و ضوابط کی تصویب کی گئی بلکہ نئے صدر نئے سکریٹری اور نئی انتظامی کمیٹی سب کا انتخاب ہم ہی دونوں کی ذمہ داری پر عمل میں آیا۔ صدر اور سکریٹری کے لئے جو نام تجویز ہوئے وہ صرف منظور ہونے کے لئے ہی ان کے لئے آزادانہ انتخاب سے رائے زنی کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ بہر حال اب یہ نئی تنظیم کے ساتھ جو انجمن وجود میں آئی ہے وہ کوئی نئی نہیں ہے۔ یہ اسی پرانی انجمن کی باقاعدہ جانشین ہے اور نئے سکریٹری سے توقع کی جاتی ہے کہ اس طریقہ کار کو قائم رکھیں گے

(مولانا عبد الماجد دریابادی)

کل ہند اقتصادی کانفرنس پروفیسر رنگا کی تقریر

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳)

اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے پروفیسر رنگا نے کہا کہ آج دنیا حامیان جمہوریت کے مابین ایک عالمگیر کشمکش کو دیکھ رہی ہے۔ ان میں سے بعض تو تشدد و آمریت کے ذریعہ اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور بعض جمہوریتی وسائل کے ذریعہ ماہرین اقتصادیات اور دیگر دانشوران عالم جو جمہوریت اور عدم تشدد پر یقین رکھتے ہیں، بہت پسندوں کے مقابلہ میں اسی وقت کامیاب ہوسکتے ہیں جب کہ وہ اپنے زیر اثر عوام کو اس پر راغب کریں کہ وہ ہر قسم کے جماعتی، قومی، نسلی اور ملکی اختلافات کو ختم کریں، جو آج ان کی معاشرت کو زہر پلا رہے ہیں اور لوگوں کو معاشرتی و اقتصادی انصاف اور مساوات سے محروم کر رکھا ہے۔

کل ہند صنعتی نمائش (حیدرآباد) کے یوم خواتین

بیرونی ریاست حیدرآباد سے آئے ہوئے صناعوں کی مشکلات کی وجہ سے نمائش کیمپ کو مکمل پردے کے ساتھ یوم خواتین منعقد کرنے میں دقت کا سامنا ہے لہذا کمیٹی نے یہ طے کیا ہے کہ ۶ ر اسفندار اور ۱۳ ر اسفندار کو

یوم خواتین منعقد ہوں

ان میں مردوں کا داخلہ تو بند ہے لیکن اسٹالوں پر کم سے کم تعداد میں مرد متعین رہیں البتہ ۲۰ ر اسفندار جو یوم خواتین منعقد ہوگا وہ مکمل پردے کے ساتھ ہوگا جس میں اسٹالوں پر بھی خواتین متعین رہیں گی۔

الائیڈ پبلسٹی

ریاست کے اداروں میں مجالس کارخانہ جات

منتظمین اور ملازمین کے درمیان صلح و مشورہ کے مسلمہ ذرائع فراہم کرنے، اور منتظمین کو اس قابل بنانے کہ وہ اپنے کارخانوں کے ملازمین کے حالات میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لے سکیں، اور مزدوروں سے متعلق قوانین پر مناسب طور پر عمل کرانے کے لئے محکمۂ لیبر مجالس کارخانہ جات کے قیام کی ترقی کے ساتھ ہمت افزائی کر رہا ہے۔ ان مجالس میں اجروں اور مزدوروں کی مساوی نمائندگی رہے گی۔ اب تک پندرہ اہم کارخانوں میں جن میں سرپور پیپر ملز، ڈی۔ بی۔ آر ملز، پراگا ٹولس کارپوریشن، اورینٹ جنرل ورکس، سرکاری دار الطبع، کوہ نور گلاس ورکس اور تاج گلاس ورکس بھی شامل ہیں یہ مجلس قائم کی گئی ہیں۔

امید ہے کہ قانون مزدوران کے ذریعہ مجالس کارخانہ جات کے قیام کو لازمی بنا دینے کے بعد تمام اداروں میں ان مجالس کے قیام کی وجہ سے اجروں اور مزدوروں کے درمیان اختلافات اور غلط فہمیوں کے اسباب دور ہو جائیں گے اور زیادہ خوشگوار صنعتی تعلقات نیز اضافہ پیداوار کے لئے فضا ہموار ہو جائے گی۔

دسمبر ۱۹۴۷ء کی ... کانفرنس میں صنعتی صلح کے متعلق جو قرارداد منظور کی گئی تھی اس کی مطابقت میں محکمۂ لیبر نے حیدرآباد نے صنعتی اداروں میں مجالس کارخانہ جات کے قیام کی مخلصانہ کوشش شروع کی ہے۔ اس مقصد کے لئے صوبہ جات متحدہ کی حکومت نے مجالس کارخانہ جات کے متعلق جو دستور نافذ کیا تھا وہ یہاں بھی اختیار کیا گیا ہے۔

جیسا کہ فی الوقت عمل ہو رہا ہے ان مجالس کے اراکین کی تعداد (۱۲) سے زیادہ نہ ہونی چاہئے۔ مجلس کا صدر اجروں کے نمائندوں میں سے نامزد کیا ہوا اور معتمد مزدوروں کی نمائندوں میں سے منتخب کیا ہوا ہو۔ مجلس اپنی کسی خاص نشست میں ہر دو فریق کی رضامندی سے کسی اور شخص کو بھی شریک کر سکتی ہے۔

مجلس کو ہر پندرہ واڑہ میں کم سے کم ایک مرتبہ اپنا اجلاس کرنا چاہئے۔ کوئی نزاع جو مجلس کے سپرد کی گئی ہو اس کا تصفیہ پندرہ روز کے اندر ہو جانا چاہئے لیکن اس کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسا فیصلہ کرے جو اجروں کے کسی مسلمہ ادارے اور مزدوروں کے کسی مسلمہ ادارے کے درمیان طے پائے ہوئے کسی سمجھوتے سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔

رہائشی مکانات کے مسئلے میں منسٹر ویلوڈی کی دلچسپی

پنجشنبہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو دن کے ۱۱ بج کر ۴۵ منٹ پر عالیجناب چیف منسٹر صاحب کل ہند نمائش میں فائبرو لیتھائٹ کمپنی حیدرآباد کے تیار کئے ہوئے ایک کانکریٹ کے سستے مکان کے معائنہ کے لئے تشریف لائے یہ مکان چار ہزار روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا ہے۔ چیف منسٹر صاحب کے ہمراہ مسٹر ایل۔ این گپتا، راجہ گرو داس اور مسٹر شنکر جی بھی تھے۔ مسٹر احمد یار خاں مالک فائبرو لیتھائٹ کمپنی اور سمنٹ مارکٹنگ کمپنی لمیٹڈ کے عہدہ داران نے اس جماعت کا استقبال کیا۔

عالیجناب چیف منسٹر صاحب نے تقریباً پندرہ منٹ تک معائنہ فرمایا۔ مسٹر احمد یار خاں نے چیف منسٹر صاحب کی خدمت میں مکان کی ایک عکسی تصویر پیش کی۔

اعلان

نشان (۳۴) واقع ۲۴ بہمن ۱۳۵۸ ف قبل ازیں متعدد مرتبہ عوام بلدہ و سکندرآباد کو مطلع کیا جا چکا ہے کہ جدید راتب کارڈ کی تقسیم کا آغاز ہو چکا ہے ذریعہ ہذا عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص کو ہنوز اپنے جدید راتب کارڈ دستیاب نہ ہوئے ہوں تو وہ یکم اسفندار ۱۳۵۸ ف سے قبل اپنے متعلقہ وارڈ پر رجوع ہو کر جدید کارڈ حاصل کریں کیونکہ یکم جنوری ۱۹۴۹ء (یکم اسفندار ۱۳۵۸ ف) سے جدید کارڈز پر غلہ کی اجرائی عمل میں آئے گی اور سابقہ کارڈز خود بخود منسوخ متصور ہوں گے۔ اعلان ہذا کے باوجود اگر کسی شخص نے حصول کارڈ میں تساہلی سے کام لیا تو اس کی بالکلیہ ذمہ داری اسی شخص پر ہوگی کیونکہ یکم جنوری ۱۹۴۹ء سے پرانے راتب کارڈز پر غلہ کی اجرائی نہ ہوگی۔ فقط

منجانب ناظم راتب بندی۔

حیدرآباد پکچرس لمیٹڈ

تعلیمی فلم

۱۶ ملی میٹر پر ہماری فلم لائبریری کی خدمت حاصل کیجئے تفریحی اور تعلیمی فلم کی نمائش کا انتظام حسب ذیل اخراجات پر کیا جاتا ہے۔

تعلیمی ادارہ جات سے — دس روپیہ سکہ عثمانی فی شو
دیگر ادارہ جات سے — پندرہ روپیہ سکہ عثمانی فی شو

مزید تفصیلات دفتر سے حاصل کیجا سکتی ہیں
شعبہ تعلیمی فلم دی حیدرآباد پکچرس لمیٹڈ

ٹیلیفون نمبر ۵۵۶۵
حیدرآباد دکن

۶۲۷ حمایت نگر
حیدرآباد دکن

مینجنگ ایجنٹس

عدنان اینڈ کمپنی حیدرآباد دکن

"کھلونے"

ہمسر اقوام کے بچوں کے کھلونے حسب ذیل کم قیمت پر نمائش میں ہمارے اسٹال سے خریدے جاسکتے ہیں۔ قیمت ایک آنہ سے چار روپیہ تک مقرر کی گئی ہے تاکہ ہر طبقہ کے اصحاب اپنے بچوں کی خواہش کی تکمیل کرسکیں۔

بکٹ بڑی ـ بکٹ اوسط ـ بکٹ چھوٹی ـ ٹب بڑا ـ ٹب چھوٹا ـ ٹرام ـ لاری ـ جہاز بڑا ـ جہاز اوسط ـ جہاز چھوٹا ـ موٹر بڑی ـ موٹر چھوٹی ـ ڈف ـ ہوائی جہاز بڑا ـ ہوائی جہاز چھوٹا ـ سپاٹ ـ کشتی ـ بگل ـ پنکھا ـ جھنجنے ـ پرامبلیٹر بڑی ـ پرامبلیٹر چھوٹی ـ سوفاسٹ ـ سور ـ مکان ـ

حیدرآباد ٹن پراڈکٹس محدود

۶۲۷ غوری منزل حید گوڑہ۔ اسٹال روبروے آوین کمپنی
ٹیلیفون نمبر (۵۵۶۵)

اعلان

محکمہ کمشنری پارچہ وسوت حکومت حیدرآباد۔ نشان (۵) مورخہ ۱۳ ذیحجہ / دسمبر ۱۹۴۹ء عوام کی سہولت کی خاطر یہ طے کیا گیا ہے کہ مندرجہ ذیل نئے گودام بیز فروشی کھولے جائیں۔

(۱) مسرز رام دیال پٹیل — پتھر گٹی — (۲) مسرز چندولکشمی نارائن — سدی عنبر بازار
(۳) پرشتے پنا ناراین سنگھ — گنگو سے سکندرآباد — (۴) پدمی دیوا — نرل گیری

مندرجہ بالا کے ساتھ ساتھ حسب ذیل گودام بیز فروشی حسبہ قائم رہیں گے۔

(۱) مسرز محمد علی بیگ — لاڈ بازار — (۲) مسرز آر آر گوپال — پتھر گٹی
(۳) مسرز حاجی امین الدین مظفر علی — پتھر گٹی — (۴) مسرز ... م ستیا نارائن — سلطان بازار
(۵) مسرز اعت ... خان اینڈ کمپنی — عابد روڈ — (۶) مسرز نسیم حسین — جیمس اسٹریٹ سکندرآباد
(۷) مسرز ابرانارائن — گنگو سے سکندرآباد — (۸) مسرز ... ہندی سودیشی کوآپریٹیو سٹور — گنگو سے سکندرآباد

مندرجہ بالا گوداموں کو مختلف اقسام کے پارچہ (مقدار معقول) فراہم کیا جا رہا ہے اور بذریعہ ہذا عوام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ اپنے غذائی راشن کارڈ پر ... ماہی فی کارڈ مبلغ چار روپیہ کے حساب سے یہی پارچہ خرید سکتے ہیں۔

شرمد دستخط
کمشنر پارچہ وسوت

اعلان

محکمہ کمشنری پارچہ وسوت حکومت حیدرآباد نشان ... مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۴۹ء
جملہ درخواست گزاران حیدرآباد وسکندرآباد جنہوں نے عارضی اجازت نامہ جات پارچہ فروشان قسم ج۔ د کے لئے درخواستیں محکمہ ہذا میں پیش کئے تھے انھیں بذریعہ ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ درخواستیں منظور ہو چکی ہیں اور ان کو چاہیئے کہ فیس اجازت نامہ حیدرآباد اسٹیٹ بنک میں بصیغہ مد (۳۱) ذیلی مد ۱۳ جمع کریں اور رسید چالان محکمہ ہذا پر پیش کرکے اجازت نامہ جات حاصل کریں۔
اجازت نامہ جات قسم ج (چلر فروشی دوکان) کی فیس مبلغ (۵) روپیہ سکہ عثمانیہ اور د (پھیری) کی فیس مبلغ (ایک روپیہ) سکہ عثمانیہ ہوگی فقط

شرمد دستخط۔ اقبال چند ایچ۔ سی۔ ایس کمشنر پارچہ وسوت

اشتہار

حاضری مدعی علیہ بر تحکمہ عدالت نظامت دیوانی ضلع ناندیڑ رجسٹر ابتدائی

نمبر مقدمہ ۲۲ سنہ ۱۳۵۸ف واقع ۱۰ بہمن ۱۳۵۹ف قبضہ اراضی مولوی سید محسن رضوی ایل۔ ایل۔ بی۔ ایس ناظم امور شعبہ ضلع ناندیڑ مدعی پوچی بنام مدعی علیہ دیوچی۔ عرضی استقرار حق
بنام دیوچی ولد کامانجی قوم دھنگر عمرہ ۲۵ سالہ پیشہ خانگی ساکن بیڑ جی متعلقہ ... ہرگاہ مقدمہ مندرجہ تمہارے نام متعدد سمن جاری ہوئے لیکن بوجہ عدم موجودگی تمہارے مکان پر سمن کی تعمیل ہوئی نہ تم حاضر نہیں آئے لہذا ذریعہ ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۰ اسفندار ۱۳۵۹ف بوقت ۱۰ ساعت دن حاضر عدالت ہذا ہوکر جواب دہی وپیروی مقدمہ کرو۔ بصورت غیر حاضری حسب ضابطہ کارروائی ہوگی پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔
آج بتاریخ ۸ بہمن ۱۳۵۹ف بدستخط وثبت مہر
دستخط و مُہر عدالت کے اشتہار ہذا جاری کیا گیا فقط
منظم عدالت ضلع ناندیڑ

دی کوآپریٹو پریس لمیٹڈ
میں چھپ کر دفتر حکمت
ساحتہ توپ حیدرآباد دکن
سے شائع ہوا